محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۱۰)

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہا

نسب عالی

عالی نسب حضرت رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ان کی والدہ تھیں۔ عبداللہ دادا، عبدالمطلب پر دادا اور ہاشم سکڑ دادا تھے۔ ۶۰۳ء (یا ۶۰۵ء) میں آپ کی عمر تینتیس برس تھی جب حضرت رقیہ کی پیدایش ہوئی (مستدرک حاکم، رقم ۶۸۴۸)۔ اس طرح آپ کی بعثت کے وقت ان کی عمر سات سال ہوئی۔ حضرت رقیہ حضرت زینب سے تین برس چھوٹی تھیں۔ حضرت ام کلثوم ان سے چھوٹی اور حضرت فاطمہ سب سے چھوٹی تھیں۔ ام عبداللہ ان کی کنیت تھی، انھیں ذات الہجرتین بھی کہا جاتا ہے۔ ہاشمی، قرشی ان کی نسبت ہے۔ مصعب زبیری اور جرجانی نے حضرت رقیہ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی قرار دیا ہے، حالاں کہ حقائق و واقعات اس سے موافقت نہیں کرتے۔ ابن اسحاق اور ان کی متابعت میں ابن ہشام نے قاسم، طیب اور طاہر کو علیحدہ علیحدہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے تین بیٹے بتایا ہے اور عبد اللہ کا نام نہیں لیا، جب کہ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ قاسم سب سے بڑے تھے۔ آپ کی بعثت سے پہلے انھوں نے وفات پائی۔ عبد اللہ چھوٹے تھے، ان کا انتقال ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا۔ طیب و طاہر انھی کے القاب ہیں، کیونکہ وہ نبوت ملنے کے بعد پیدا ہوئے۔ حضرت ام کلثوم نے ۹ھ میں، حضرت زینب نے ۸ھ میں، حضرت فاطمۃ الزہراء نے ۱۱ھ میں وفات پائی۔

قبول اسلام

اسلام کی پہلی مومنہ حضرت خدیجہ ایمان لائیں تو حضرت رقیہ اور تمام دختران رسول مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔

کٹر مشرک چچا سے ناتا جڑنا

اگست ۶۱۰ء: حضرت رقیہ کی عمر دس سال سے کم تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب (عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب) نے آپ کے دوسرے چچا ابو طالب کی وساطت سے اپنے بڑے بیٹے عتبہ کے لیے حضرت رقیہ کا رشتہ مانگا۔ آپ نے حضرت خدیجہ اور بیٹیوں سے مشورہ کیا۔ حضرت خدیجہ خاموش رہیں، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل سنگ دل اور زبان دراز عورت ہے۔ ایک سمجھ دار خاتون ہونے کے ناتے وہ چچاؤں اور بھتیجوں سے تعلق توڑنا بھی نہ چاہتی تھیں، اس لیے ان کی خاموشی پر رشتہ استوار ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ سے چھوٹی تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم بھی اسی گھرانے میں، ابولہب کے چھوٹے بیٹے عتیبہ سے بیاہ دی۔

ناتا ٹوٹنا

فجر اسلام کے بعد قریش کے لیڈروں نے ابولہب سے کہا: تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فکر سے آزاد کر دیا ہے۔ بیٹیوں کے رشتے توڑ کر اسے ان کی پریشانی میں مبتلا کر دو۔ انھوں نے حضرت رقیہ کے بہنوئی ابوالعاص بن ربیع پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول اللہ کو چھوڑ دے تو قریش کی جس عورت سے چاہے، اس کا بیاہ کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا: میں اپنی بیوی کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ پھر وہ عتبہ بن ابولہب کے پاس گئے اور کہا: تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو، ہم قریش کی من چاہی لڑکی سے تمھاری شادی کر دیں گے۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ابان بن سعید یا سعید بن العاص کی بیٹی اس سے بیاہ دی جائے۔

سعید بن العاص کی بیٹی سے اس کی نسبت طے ہو گئی (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام ۲/ ۲۲۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۴۸۳)۔ ابولہب اور ام جمیل کا کفر و عناد بڑھتا گیا تو سورۂ لہب نازل ہوئی۔ تب ابولہب نے اپنے بیٹوں کو دھمکی دی: تمھارا باپ ہونے کا تعلق مجھ پر حرام ہے اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی۔ آخر کار رسول کی بیٹیوں اور مشرک چچا کے بیٹوں میں رخصتی سے پہلے ہی مفارقت ہو گئی۔ عتبہ اصل میں اسلام دشمن نہ تھا، لیکن متمردین قریش کے پھسلانے پر بہک گیا، چنانچہ فتح مکہ پر ایمان لے آیا۔ عتیبہ نے اپنے باپ کے اکسانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور آپ کی قمیص پھاڑ دی۔ آپ نے اسے بد دعا دی۔ چنانچہ جب وہ شام کے سفر پر گیا تو راستے میں اسے شیر نے پھاڑ کھایا (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۴۹۲)۔

خواہش عثمانی کا پورا ہونا

حضرت عثمان کے پرپوتے عبداللہ بن عمرو دیباج کی روایت ہے: حضرت عثمان کعبہ کے صحن میں تھے کہ انھیں پتا چلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے کر دیا ہے۔ حضرت عثمان خود خوب صورت، روشن رو تھے، انھیں حسرت ہوئی کہ کاش، میں نے یہ رشتہ مانگ لیا ہوتا۔ گھر گئے تو ان کی کاہنہ خالہ حضرت سعدی بنت کرز نے انھیں بتایا کہ اللہ کے فرشتے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتے ہیں۔ کچھ روز کے بعد ان کی ملاقات حضرت ابوبکر سے ہوئی تو انھوں نے بتوں کی بندگی چھوڑ کر اللہ واحد پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور اسلام قبول کر کے جنت کا مستحق ہونے کی دعوت دی۔ حضرت عثمان نے سبقت کرتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھا اور پہلے پانچ مومنین میں شامل ہو گئے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دی اور حضرت عثمان کی حسرت پوری ہو گئی (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳۵۳۳- ۳۵۳۴)۔ تب حضرت سعدی بنت کرز نے کچھ اشعار کہے، ان میں سے ایک یہ ہے:

و أنكحه المبعوث بالحق بنته

فكانا كبدر مازج الشمس فى الأفق

''حق دے کر بھیجے ہوئے نبی نے اپنی بیٹی عثمان کے نکاح میں دے دی، میاں بیوی کی مثال یہ ہو گئی جیسے چودھویں کا چاند افق میں سورج سے مل رہا ہے۔''

نعم البدل ملنا

۶۱۵ء میں حضرت رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے ہو گئی اور انھیں بہترین بدل مل گیا۔ مشیت الٰہی میں تھا کہ ان کا نکاح اعلیٰ نسب، خوب رو، صاحب ثروت اور اخلاق حمیدہ کے مالک حضرت عثمان سے ہو، جن کا شمار 'السابقون الأولون'، عشرۂ مبشرہ اور خلفاے راشدین میں ہو۔ دوسری طرف عرب میں، نہ حبشہ میں حضرت رقیہ سے زیادہ کوئی حسین و جمیل تھا (مستدرک حاکم، رقم ۴۲۴۶)۔ حبشہ کے لوگ میاں بیوی کے حسن سے بہت متاثر ہوتے (مستدرک حاکم، رقم ۶۸۵۰)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان اور رقیہ بہترین میاں بیوی ہیں۔ عرب عورتیں اپنے بچوں کو لوری سناتی تھیں: میں تمھیں اتنا ہی پیار کرتی ہوں جتنا قریش عثمان کو چاہتے ہیں۔ حضرت رقیہ سے ان کی شادی کے بعد لوری یوں بدل گئی۔ دو بہترین مرد و عورت جو ایک دوسرے سے ملے، رقیہ اور عثمان ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

حضرت عثمان کو علم تھا کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مصاہرت کو ناپسند کریں گے اور انھیں اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنائیں گے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور مکہ میں ان کے ایمان کا چرچا ہونے لگا تو قریش کے ہر قبیلے نے اپنے نو مسلموں کو سزاؤں اور ایذاؤں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین میں بکھر جاؤ۔ صحابہ نے پوچھا: کہاں جائیں، یا رسول اللہ؟ آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت عثمان نے بھی حبشہ ہجرت کرنے کا اردہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رقیہ کو بھی ساتھ لے جاؤ، میرا خیال ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کا سہارا بنو گے۔ حضرت رقیہ نے کہا: اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ان کے بھی ساتھ ہے جن کو ہم اپنے گھروں کے پاس چھوڑے جا رہے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابو بکر کو ان کی خبر لینے بھیجا۔ حضرت اسماء نے واپس آکر بتایا کہ عثمان نے گدھے پر پالان ڈال کر رقیہ کو اس پر بٹھایا اور ساحل سمندر کی طرف چل پڑے۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو مخاطب کر کے فرمایا: ان دونوں نے لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد سب سے پہلے ہجرت کی (مستدرک حاکم، رقم ۶۸۴۹)۔

رجب ۵/ نبوی (۶۱۳ء) میں گیارہ صحابہ اور چار صحابیات نے حضرت عثمان بن مظعون (حضرت عثمان بن

عفان: محمد بن عبد الوہاب) کی قیادت میں سفر ہجرت میں حصہ لیا۔ اس قافلے کے شرکا یہ تھے: حضرت عثمان بن عفان، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت محمد رسول اللہ، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد، ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی اہلیہ حضرت لیلیٰ بنت ابو حثمہ، حضرت ابو سبرہ بن ابو رہم، حضرت ابو حاطب بن عمرو، حضرت سہیل بن بیضاء (والد کا نام: وہب) اور حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ ابن ہشام نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا نام شامل نہیں کیا۔

صحابہ میں سے کچھ سوار تھے، کچھ پیدل۔ سب بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ پر پہنچے۔ وہاں تاجروں کو لے جانے والی دو کشتیاں کھڑی تھیں جو انھیں نصف دینار فی کس کے عوض حبشہ پہنچانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ قریش ان کا پیچھا کرتے ہوئے سمندر تک پہنچے، لیکن کشتیاں روانہ ہو چکی تھیں۔ کڑی دھوپ میں گہرے سمندر کے طویل سفر کے دوران میں کئی لوگ بیمار پڑ گئے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت میں حضرت رقیہ کا بچہ ضائع ہو گیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اللہ کا فرمان ہے: 'وَالَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّہُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ'، "اور جنھوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی، ہم انھیں دنیا میں اچھا گھر دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہو گا، کاش یہ جاننے والے ہوں" (النحل ۱۶: ۴۱)۔

شفقت پدری

حضرت رقیہ کے حبشہ جانے کے بعد کچھ عرصہ تک ان کی خبر نہ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند ہو گئے۔ آپ باہر نکل جاتے اور حضرت رقیہ اور حضرت عثمان کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے۔ تبھی حبشہ سے آنے والی ایک عورت آپ سے ملی اور اس نے بتایا کہ میں نے آپ کے داماد اور ان کی اہلیہ کو حبشہ میں دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کس حال میں ہیں؟ اس نے بتایا: عثمان نے اپنی بیوی کو گدھے پر بٹھایا ہوا تھا اور اسے ہانک رہے تھے۔ دعا فرمائی: اللہ کی رحمت ان کے شامل حال رہے، لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے مومن ہیں جنھوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت کی ہے (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۴۱)۔

حبشہ سے مراجعت

حبشہ میں شعبان اور رمضان کے دو ماہ گزرے تھے کہ مہاجرین تک یہ افواہ پہنچی کہ مشرکین مکہ نے اسلام

قبول کر لیا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بہ شانہ سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ہمارے کنبے ہمیں زیادہ عزیز ہیں، اس لیے فوراً مکہ چلنا ہو گا۔ چنانچہ ماہ شوال میں کچھ مہاجرین نے مکہ کو مراجعت کی، جب کہ دیگر اصحاب رسول نے حبشہ ٹھیرنے کو ترجیح دی۔ مکہ کے قریب آئے تو انھیں پتا چلا کہ یہ خبر جھوٹی تھی، تب وہی اصحاب شہر میں داخل ہوئے جنھیں کسی کی پناہ حاصل ہوئی یا انھوں نے چھپ چھپا کر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ ابن ہشام نے مکہ لوٹنے والوں کی تعداد تینتیس بتائی ہے، حالاں کہ انھی کی فہرست شمار کرنے پر یہ انتالیس بنتی ہے۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ ان میں شامل تھے۔ حضرت عثمان نے اپنے چچا سعید بن العاص (ابواحیحہ) کی پناہ لی۔

حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ

شوال ۵/ نبوی (۶۱۳ء): اہل ایمان پر قریش کا ظلم و تشدد جاری تھا، تاہم حبشہ سے لوٹنے والے مہاجرین پر اس کی شدت کچھ زیادہ ہی تھی۔ نجاشی کے حسن سلوک کی داستانیں سن کر مشرکین کا جنون بڑھ چکا تھا۔ حضرت عثمان کے اقربا انھیں پریشان کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باردگر حبشہ جانے کی اجازت دے دی۔ اس بار تراسی اصحاب، اٹھارہ صحابیات اور آٹھ بچوں پر مشتمل قافلے کے سالار حضرت جعفر بن ابوطالب تھے۔ حضرت عثمان نے کہا: یارسول اللہ، ہم پہلی بار نجاشی کے پاس گئے اور اب دوسری بار جا رہے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے۔ فرمایا: تم نجاشی کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کی راہ میں اور میری خاطر ہجرت کر رہے ہو اور تمھیں دونوں ہجرتوں کا اجر ملے گا (الطبقات الکبریٰ ۱/۱۴۱)۔

بیٹے کی ولادت

۶۱۹ء: ہجرت ثانیہ کے بعد حبشہ میں حضرت عثمان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو انھوں نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور ابو عبد اللہ کنیت اختیار کی، زمانۂ جاہلیت میں ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ حضرت رقیہ کی کنیت ام عبد اللہ ہو گئی۔ شاذ روایت کے مطابق عبد اللہ کی ولادت مدینہ میں ہوئی۔ یہ روایت درست نہیں کہ حضرت رقیہ کا ایک اور بیٹا ہوا، جس کا نام عمرو تھا۔

مکہ کو واپسی

۱۰/ نبوی (۶۱۹ء): بیٹے کی ولادت کے بعد حضرت عثمان اور حضرت رقیہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت جعفر بن

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ابوطالب اور زیادہ تر اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم آنے تک حبشہ میں رکنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ وطن واپس آنے پر خوش تھے، تاہم حضرت رقیہ اپنی والدہ سیدہ خدیجہ کو نہ پا کر رنجیدہ ہو گئیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت

۱۴/ نبوی (۶۲۲ء): یثرب کے اوس و خزرج قبائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کا وعدہ کیا تو آپ نے صحابہ کو ہجرت کا اذن دے دیا۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ نے بھی اپنے نومولود بیٹے کو لے کر شہر ہجرت کا رخ کیا۔ تب حضرت رقیہ کی عمر بیس برس تھی۔ ام المومنین حضرت سودہ، حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم کو لانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو مکہ بھیجا۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ کو ان کے شوہر ابوالعاص بن ربیع نے مکہ میں روک لیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جنگ بدر

۲ھ: مدینہ میں جنگ بدر کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حضرت رقیہ خسرہ (rubella) کا شکار ہو کر شدید بیمار پڑ گئیں۔ حضرت عثمان کی شدید خواہش تھی کہ بدر کے معرکہ میں حصہ لیں، لیکن آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہلیہ کی تیمار داری کے لیے مدینہ میں رکنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت عثمان کی مدد کے لیے حضرت اسامہ بن زید کو بھی مدینہ میں رکنے کا حکم ارشاد کیا۔ اختتام غزوہ پر آپ نے حضرت عثمان کو جنگ بدر کے غازیوں میں شمار کیا اور انھیں مال غنیمت کا پورا حصہ عطا کیا۔ حضرت عثمان کے استفسار کرنے پر فرمایا: تمھیں اجر بھی پورا ملے گا (بخاری، رقم ۳۶۹۸۔ احمد، رقم ۵۷۷۲۔ ترمذی، رقم ۳۷۰۶۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۴۹۰)۔ ان کے علاوہ بھی سات صحابہ تھے جنھیں آپ نے جنگ بدر میں شریک نہ ہوتے ہوئے غنیمت عطا کی۔ ان میں سے پانچ مختلف ذمہ داریوں پر تھے، جب کہ دو کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: تمھیں غزوۂ بدر میں حصہ لینے والوں جتنا اجر اور مال غنیمت میں بھی اتنا ہی حصہ ملے گا (بخاری، رقم ۳۶۹۸۔ احمد، رقم ۵۷۷۲۔ ترمذی، رقم ۳۷۰۶)۔

حضرت رقیہ کی وفات

حضرت رقیہ خسرہ سے جان بر نہ ہو سکیں۔ ان کی وفات ۱۷/ رمضان ۲ھ (۱۳ مارچ ۶۲۴ء) میں ہوئی۔

حضرت عثمان نے انھیں جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا۔ حضرت رقیہ وفات پانے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیٹی تھیں، ان کی عمر بائیس یا تیئیس برس ہوئی۔ آپ ابھی بدر سے نہ لوٹے تھے، اس لیے تدفین میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان قبر پر مٹی ڈال رہے تھے کہ اللہ اکبر کا نعرہ گونجا۔ انھوں نے حضرت اسامہ سے پوچھا: تکبیر کی آواز کیسے آئی؟ تبھی حضرت زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جدعا (یا عضبا) پر سوار پہنچے اور مدینہ کے شہریوں کو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوش خبری سنائی (مستدرک حاکم، رقم ۶۸۵۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۸۴۰)۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کفار کی ہزیمت کی بشارت دینے کے لیے بالائی مدینہ (قبا، بنو قریظہ، بنو نظیر) کا رخ کیا۔

بیٹی کی قبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

چند دنوں کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ پہنچے اور حضرت رقیہ کی قبر پر آئے۔ حضرت فاطمہ آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے دعا فرمائی: میں رقیہ کی جسمانی کم زوریوں کو جانتا ہوں، اے اللہ، اسے قبر کی سختیوں سے محفوظ رکھ۔ مدینہ کی عورتیں بھی جمع ہو چکی تھیں اور گریہ کناں تھیں۔ حضرت عمر انھیں کوڑے مارنے لگے تو آپ نے منع کیا اور فرمایا: انھیں رو لینے دو۔ پھر عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم بھی شیطانی چیخ و پکار سے بچو۔ آنکھوں سے جو آنسو بہتے ہیں اور دل میں جو رنج ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے۔ جب کہ ہاتھوں سے پیٹنا اور زبان سے بین کرنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ سے صبر نہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر بیٹھے تو آپ کے پہلو میں بیٹھ کر رونے لگ گئیں۔ آپ نے دست مبارک یا اپنے کپڑوں سے ان کے آنسو پونچھے اور صبر کی تلقین کی (احمد، رقم ۳۱۰۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۷۱۶۰)۔

آپ نے حضرت رقیہ (دوسری روایت: حضرت زینب) کی وفات پر فرمایا: ہم سے آگے جانے والے نیک ساتھی عثمان بن مظعون اور ان کے ساتھیوں سے جا ملو (احمد، رقم ۲۱۲۷۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۵۷۳۶)۔ حضرت عثمان بن مظعون بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ پہلے مہاجر تھے جنھوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ السابقون الاولون میں ان کا شمار تیرھواں تھا۔ حضرت رقیہ کی قبر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس ہے۔ شیعہ ائمہ کی قبریں بھی قریب ہیں۔

راوی کا وہم

حضرت انس کی روایت ہے: حضرت رقیہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ قبر

میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو جس نے آج اپنی بیوی سے جماع کیا ہو تو حضرت عثمان قبر میں نہ اترے (احمد، رقم ۱۳۳۹۸۔ مستدرک حاکم، رقم ۶۸۵۲۔ مسند البزار، رقم ۶۹۷۲)۔ اس روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے اور انھوں نے حضرت ام کلثوم کے بجاے حضرت رقیہ کا نام لے لیا، کیونکہ یہ واقعہ حضرت ام کلثوم کی تدفین کے وقت پیش آیا۔ حضرت رقیہ کی وفات اور تدفین کے وقت آپ مدینہ میں موجود ہی نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان میں مشرکین مکہ سے برسرپیکار تھے اور فتح مبین کے بعد تین روز میدان کارزار میں قیام فرما کر مدینہ کی طرف رجوع کیا۔

ذوالنورین

ربیع الاول ۳ھ: حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان مغموم رہنے لگے۔ مسجد نبوی کے دروازے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے مزاج پرسی کی تو کہا: آپ کی بیٹی فوت ہوئی تو میری آپ سے قرابت ختم ہو گئی اور میں کم زور پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا: عثمان، ابھی مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ اللہ نے ام کلثوم سے تمھاری شادی طے کر دی ہے۔ تم رقیہ جتنا مہر دو گے اور اس جیسا اچھا ساتھ نبھاؤ گے (ابن ماجہ، رقم ۱۱۰۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۴۹۵)۔ ایک اور موقع پر فرمایا: اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو تم سے بیاہ دیتا، میں نے وحی آسمانی اترنے پر ہی عثمان سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۴۹۵)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دوسری طرف حضرت عمر نے بھی حضرت عثمان کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا جو انھی دنوں بیوہ ہوئی تھیں۔ حضرت عثمان کے علم میں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس لیے مثبت جواب نہ دیا۔ حضرت عمر نے رنجیدہ ہو کر آپ سے شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: میں تم دونوں کے لیے بہتر رشتے تجویز کرتا ہوں۔ میں حفصہ سے نکاح کر لیتا ہوں اور عثمان کو اپنی بیٹی ام کلثوم سے بیاہ دیتا ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۷۵۲۔ مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۲۰۰۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۶۷۵۱)۔

حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ کی عمروں میں تھوڑا فرق تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں۔ جب بڑی بہن حضرت زینب کی شادی ہو گئی تو ان کی قربت بڑھ گئی۔ حضرت رقیہ کے حبشہ ہجرت کرنے کے بعد حضرت ام کلثوم اپنی والدہ سیدہ خدیجہ کے پاس رہیں اور ان کی بیماری میں ان کی تیمار داری کی۔ والدہ کی وفات کے بعد گھر کی ذمہ داری ان پر آن پڑی۔

بیٹے کی وفات

جمادی الاولیٰ ۴ھ: حضرت رقیہ کی وفات کے بعد جب عبداللہ چھ برس کے تھے، سوئے پڑے تھے کہ مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا مارا، ان کا منہ سوج گیا اور زخم اتنا خراب ہوا کہ اسی سبب سے ان کی وفات ہو گئی۔ نواسے کی وفات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت غم زدہ ہوئے، اسے گود میں اٹھایا، آپ کے آنسو بہ رہے تھے، فرمایا: اللہ اپنے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ آپ نے جنازہ پڑھایا اور حضرت عثمان لحد میں اترے۔

دوسری روایت کے مطابق وہ اپنی والدہ کی زندگی میں فوت ہوئے اور اسی صدمے سے حضرت رقیہ بیمار پڑیں۔ ابن سعد نے عبداللہ کی عمر دو سال بتائی ہے جو کسی طور درست نہیں ہو سکتی۔ ان کی ولادت حبشہ میں ہوئی، ہجرت مدینہ سے پہلے وہ مکہ میں رہے، پھر چند سال مدینہ میں جیے، اس لیے چھ برس والی روایت ہی صحیح ہو سکتی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت رقیہ کی چند خصوصیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ام عیاش آپ کو وضو کرایا کرتی تھی (ابن ماجہ، رقم ۳۹۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۲۰۷۴۴)۔ آپ نے اسے حضرت رقیہ کو ہبہ کر دیا، وہ انھی کے ساتھ رخصت ہوئی۔ ام عیاش حبشہ نہ گئی۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان کا سر دھو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بچی، ابوعبداللہ سے اچھا برتاؤ کرتی رہو، یہ اپنے اخلاق میں مجھ سے بہت مشابہت رکھتا ہے (مستدرک حاکم، رقم ۶۸۵۴)۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی حضرت رقیہ سے بہت محبت تھی، دوسرے حضرت عثمان اور حضرت رقیہ میں بھی بہت الفت اور موافقت پائی جاتی تھی۔

حضرت رقیہ مستجاب الدعوات تھیں۔

دختران نبی کی نسبت میں شک ڈالنا

۳۵۲ھ میں وفات پانے والے شیعہ مورخ ابوالقاسم کوفی کا کہنا ہے کہ حضرت رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی بیٹی نہ تھیں، بلکہ آپ کے ہاں پرورش پانے کی وجہ سے آپ کی بیٹی کے طور پر مشہور ہو گئیں۔

شیعہ عالم ابو جعفر محمد طوسی (وفات: ۴۶۰ھ) نے ان کے بارے میں اپنا یہ خیال ظاہر کیا: علی بن احمد کوفی جو ابوالقاسم کی کنیت سے مشہور ہیں، جادۂ مستقیم پر چلنے والے امامی تھے اور انھوں نے مذہب صحیح پر مشتمل کئی کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن پھر انھوں نے مخمسہ کے مذہب کا پرچار کرنا شروع کر دیا۔ اس غالی گروہ کا عقیدہ تھا کہ عالم کا کل انتظام پانچ اصحاب رسول حضرت سلمان فارسی، حضرت مقداد بن اسود، حضرت عمار، حضرت ابوذر اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے سپرد کر دیا گیا ہے (رجال الطوسی، ص ۴۳۴، رقم ۶۲۱۱)۔ نجاشی کہتے ہیں: علی بن احمد ابوالقاسم کوفی غالی اور فاسد المذہب تھا۔ اس کی اکثر تصانیف بھی فساد پر مشتمل ہیں (رجال النجاشی، ص ۲۶۵، رقم ۶۹۱)۔ ابن الغضائری کا کہنا ہے: ابوالقاسم کوفی کذاب، غالی اور بدعتی ہے (رجال ابن الغضائری، ص ۸۲، رقم ۱۰۴)۔

باقر مجلسی نے حضرت خدیجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اس طرح بیان کی ہے: قاسم، طاہر (یعنی عبداللہ)، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ (بحار الانوار ۹/ ۶۵۳)۔ پانچ روایتوں میں ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ کو آپ کی حقیقی بیٹیاں بتایا اور پھر کہہ دیا کہ زینب اور رقیہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ یا جحش کی بیٹیاں تھیں جنھوں نے آپ کے ہاں پرورش پائی (بحار الانوار ۹/ ۶۵۴-۶۶۶)۔

دور حاضر کے لبنانی عالم جعفر مرتضیٰ عاملی (۱۹۴۵ء تا ۲۰۱۹ء) نے اس غرض کے لیے کتاب ''بنات النبی أم ربائبہ'' لکھی اور بتایا کہ حضرت رقیہ اور حضرت زینب حضرت خدیجہ کی بہن حضرت ہالہ کی سوتیلی بیٹیاں تھیں۔ جب ان کے والدین کا انتقال ہو گیا اور حضرت خدیجہ کا بیاہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تو وہ آپ کی پرورش میں آ گئیں۔ حضرت ام کلثوم کو بھی اس نے لے پالک بتایا ہے (ویکی شیعہ)۔

شیعہ دلیل دیتے ہیں کہ مباہلہ میں حضرت فاطمہ کے سوا کوئی خاتون شریک نہ ہوئی۔ صرف انھیں اہل بیت میں شمار کیا جاتا ہے۔

شیعہ علما کی طرف سے رد

اس خیال کو شیعہ علما کی اکثریت نے رد کیا ہے۔ ان میں حسین بن روح (متوفی ۳۲۶ھ)، محمد بن یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ)، ابو عبداللہ محمد المعروف بالشیخ المفید (متوفی ۴۱۳ھ)، شریف مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ)، ابو جعفر طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ)، محمد بن علی المعروف بابن شہر آشوب (متوفی ۵۸۸ھ)، بہاء الدین عاملی (متوفی ۱۰۳۰ھ)، عبد اللہ مامقانی (متوفی ۱۳۵۱ھ)، ابو القاسم خوئی

(متوفی ۱۴۱۳ھ) اور صادق شیرازی (پیدایش ۱۳۶۰ھ) شامل ہیں۔ ان سب کی راے ہے کہ حضرت ام کلثوم، حضرت زینب اور حضرت رقیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔

جعفر مرتضیٰ عاملی کے جواب میں حسین علی مصطفیٰ نے اپنا مقالہ ''بنات النبی لا ربائبه'' لکھا۔ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو 'يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ'، ''اے نبی، اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجیے'' (الاحزاب ۳۳: ۵۹) کہہ کر پکارا ہے۔ اگر آپ کی ایک ہی بیٹی ہوتی تو 'بنتك' فرمایا جاتا۔ لے پالک بیٹیوں کی صورت میں بھی 'بناتك' نہ کہا جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود متبنیٰ کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا ہے۔

محاصرے کے دنوں میں حضرت علی نے حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی میں وہ پایا ہے جو ابو بکر و عمر کو حاصل نہیں ہو سکا۔ ان کی مراد تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حقیقی بیٹیاں حضرت عثمان کے عقد میں آئیں۔

''الکافی'' میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے شادی کی، جب آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے حضرت خدیجہ سے آپ کی یہ اولاد ہوئی: قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم۔ بعثت کے بعد حضرت خدیجہ نے طیب، طاہر اور فاطمہ کو جنم دیا (۱/۴۳۹-۴۴۰)۔

حسین بن روح سے پوچھا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بیٹیاں تھیں؟ جواب دیا: چار۔ پھر سوال ہوا: ان میں افضل کون سی تھیں؟ انھوں نے کہا: فاطمہ، کیونکہ وہ آپ کی وارث بنیں اور انھی سے آپ کی نسل چلی (کتاب الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۳۸۸، رقم ۳۵۳۔ مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب ۳/ ۱۰۵۔ بحار الانوار ۴۳/ ۳۷)۔

الشیخ المفید نے آپ کی بیٹیوں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی شادیوں کے وہی احوال بتائے جو علماے اہل سنت بیان کرتے ہیں (المسائل السرویۃ ۹۲-۹۴)۔

شیخ طوسی نے یہ ارشاد رسول نقل کیا: جب حضرت رقیہ کے بعد حضرت عثمان کے عقد میں آنے والی دوسری دختر رسول حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی تم سے بیاہ دیتا (المبسوط ۴/ ۱۵۹)۔

طبرسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے ہونے کی روایت کا انکار کیا اور کہا: آپ کے دو بیٹے اور

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

چار بیٹیاں تھیں۔ انھوں نے بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ گنوائے (اعلام الوری باعلام الہدی ۱/۲۷۵-۲۷۶)۔

ابن شہر آشوب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اس طرح بتائی: دو بیٹے قاسم اور عبد اللہ۔ انھی کو طاہر اور طیب کے القاب ملے۔ چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم، جنھیں آمنہ بھی کہا جاتا ہے اور فاطمہ (مناقب آل ابی طالب ۱/۱۴۰)۔

شیخ بہائی عاملی کہتے ہیں: سید المرسلین اور حبیب رب العٰلمین کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی ہی میں اٹھا لیا۔ یہ آٹھ ستارے قاسم، عبد اللہ، طیب، طاہر، ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد میں صرف فاطمۃ الزہرا ہی زندہ رہیں (المخلاۃ ۱۷)۔

محمد تقی تستری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب کے لے پالک ہونے کے بارے میں کوئی روایت بیان نہیں کی (تواریخ النبی والآل ۷۶)۔

ابو القاسم خوئی کہتے ہیں کہ معروف بات یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چاروں بیٹیوں کو حضرت خدیجہ نے جنم دیا۔

محمد شیرازی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل اولاد سیدہ خدیجہ سے تھی، ماسوائے ابراہیم کے جنھیں سیدہ ماریہ قبطیہ نے جنم دیا (کتاب امہات المعصومین)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جھوٹ کا تانا بانا

اثنا عشری عالم باقر مجلسی (۱۶۲۷ء تا ۱۶۹۹ء) نے دعویٰ کیا کہ حضرت عثمان نے اپنی اہلیہ کو ڈنڈے مار کر قتل کیا، کیونکہ انھوں نے اپنے مشرک چچا مغیرہ بن ابو العاص کی اپنے گھر میں موجودگی کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی تھی۔ مغیرہ جنگ احد کے بعد آپ کی جاسوسی کرنے مدینہ آیا تھا اور حضرت عثمان کے ہاں پناہ لے لی۔ اس کٹر کافر نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کرنے اور حضرت حمزہ کی جان لینے کا دعویٰ بھی کیا تھا (بحار الانوار ۹/۲۶۰)۔ مغیرہ کے بیٹے معاویہ اور ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضرت حمزہ کی نعش کا مثلہ کیا تھا۔

مجلسی نے 'بنت رسول اللہ' لکھا اور نام کی وضاحت نہ کی۔ جس شیعہ محقق نے چاہا حضرت رقیہ کا نام لے لیا اور جب احساس ہوا کہ جنگ احد کے موقع پر حضرت رقیہ اس دنیا ہی میں نہ تھیں تو حضرت زینب کہہ دیا۔

حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مغیرہ کو امان دے دی جائے۔ آپ نے اسے تین دن کی مہلت دی، پھر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ حمراء الاسد گئے تو وہ اس مہم کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا رہا۔ تین دن کی مہلت ختم ہو گئی تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار کو اس کے پیچھے بھیجا۔ انھوں نے مکہ کے راستے میں اسے جا لیا اور قتل کر ڈالا۔

دور حاضر کا blogger مروان العارف کہتا ہے: حضرت عثمان نے اپنے گھر میں مغیرہ کی موجودگی کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع نہ کیا۔ وحی الٰہی سے آپ کو اس کی موجودگی کی خبر مل گئی تو اسے امان دینے کی سفارش کر دی۔ حضرت رقیہ نے (جو اس وقت زندہ نہ تھیں) اس کی موجودگی کی اطلاع آپ تک پہنچائی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر صحابہ اسے پکڑنے آئے تو اس کے چھپنے کی جگہ بتا دی۔ اس پر حضرت عثمان نے انتقاماً اپنی (مرحومہ) اہلیہ حضرت رقیہ کو ایسی ضرب لگائی کہ ان کی جان چلی گئی۔ الزام لگانے والا blogger ساتھ ہی یہ کہتا ہے کہ جمہور روایات میں اس امر کے کوئی شواہد نہیں کہ حضرت عثمان نے اپنی اہلیہ کو ایسی جان لیوا ضرب لگائی۔ یہ ہمیں سیاق موضوعی یا تسلسل موضوعی سے پتا چلا کہ ایسا ہوا ہو گا۔ جمہور امامیہ کی روایات قبول نہیں کرتے، اس لیے حضرت عثمان کا اپنی اہلیہ کو قتل کرنا نقل نہیں ہوا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو سزا نہ دی، کیونکہ آپ کے پاس کافی قانونی شواہد نہ تھے، حالاں کہ حضرت جبریل نے آپ کو خبر کر دی تھی۔ آپ منافقین کے ارادوں اور نیتوں سے خبر رکھتے ہوئے بھی ان کو سزا نہ دیتے تھے، کیونکہ ان کے خلاف شہادت ہوتی نہ انھوں نے اعتراف جرم کیا ہوتا۔ ایک اور شیعی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کے گھر گئے تو ان کی بیٹی (نام کا پتا نہیں) رونے چیخنے لگ گئی۔ آپ اسے اپنے گھر لے گئے، اس نے قمیص ہٹا کر ضربوں کے نشان دکھائے۔ چوتھے دن اس کی وفات ہو گئی۔

حرف آخر

آخر میں ہم ابو جعفر محمد طوسی کی کتاب ''تہذیب الاحکام'' (۱۲۰/۳) سے ایک دعا نقل کرتے ہیں جسے امامیہ کی کتب اربعہ میں شمار کیا جاتا ہے: 'اللّٰهم صل علی القاسم و الطاهر ابنی نبيك، اللّٰهم صل علی رقية بنت نبيك و العن من أذى نبيك فيها، اللّٰهم صل علی ام كلثوم بنت نبيك و العن من أذى نبيك فيها'، ''اے اللہ: اپنے نبی کے بیٹوں قاسم اور طاہر پر سلامتی نازل کرنا، اے اللہ اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر سلامتی بھیجنا اور ان پر لعنت نازل کرنا جو اس کے بارے میں تیرے نبی کو اذیت پہنچاتے

ہیں۔ اے اللہ، اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر رحمت نازل کرنا اور اس پر لعنت کرنا جو اس کے باب میں تیرے نبی کو تکلیف پہنچاتے ہیں‘‘۔ یہی دعا شیخ عباس قمی نے ’’مفاتیح الجنان‘‘ میں نقل کی ہے (۲۸۵/۱)۔

جو حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ماننے سے انکار کرتا ہے، اصل اذیت رساں ہے اور امامی علما کی بد دعا کا حقیقی مستحق ہے۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن اسحاق)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبد البر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، Wikipedia۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com